Hazara Islamicus, Vol.:09, Issue: 02,July-Dec 2020
PP: 61-76

OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

تفسیر روح المعانی میں تمدّنِ عرب سے متعلقہ روایات: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Narrations relating to Arab Culture in Tafsīr Rōh ul M'ānī (Research Oriented Critical Study)

Wajid Mahmood
Doctoral Candidate
Department of Islamic Learning, University of Karachi, Pakistan

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor
Department of Islamic Learning, University of Karachi, Pakistan

Abstract

This article is based on the research-oriented critical study of tafsīr Rōh ul M'ānī in communicating the narrations regarding Arab culture at the time of announcement of Prophethood. The paper deals with the exquisite description of the Arab culture and civilization in detailed account. Along with the merits and demerits of Arabs, the researcher also elaborates the vices made by the pagans and different practices of some tribes i.e. buried alive daughters. The research work is based upon the qualitative approach consisting of a review of relevant literature. This discussion is not only a refresher for the faith that revives the love and reverence of the Holy Prophet (peace be upon him) but also reaffirms the narrations of revealed books particularly in the revival of behavior of arabs as well as entire world to the students of Ḥadīth and Sīrah. Moreover, this research significantly stands very advantageous in Islamic literature because it revisits the glorious efforts of our beloved Holy Prophet (peace be upon him) and opens up an exposure for Islamic researchers to study tafāsīr of the Holy Qurān with this aspect as well. The Qur'ān gradually revealed instructions as per their psychological conditions which caused a revival unprecedented in the history of mankind. This article details the

conditions, habits and difficulties found in pre-Arabs in their lifestyle and how the Qur'ān and sīrah exercised 'Shaping' to reform their habits and qualities.

***Keywords**: Ruh al-M'āni, Arabs, Culture, Civilization, Buried Alive.*

تمہید:

انسانی زندگی کے دو درخشاں پہلو ہیں۔ ایک روحانی اور دوسرا مادی۔ انسانی شخصیت اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک دونوں پہلو نشو و نما نہ پائیں۔ مختلف تہذیبوں نے ان دونوں پہلوؤں کی نشو و نما پر بہت کچھ مواد دیا ہے مگر اس کے باوجود بھی اس کی تکمیل نہیں ہوئی۔ اس کائنات ارضی میں صرف ایک ہی تہذیب و تمدن ہے جس نے علمی اور عملی طور پر ان دونوں پہلوؤں کی نشو و نما کی تکمیل کی ہے، اور وہ ہے اسلامی تہذیب و تمدن۔ تمدن کا مفہوم باہمی طور پر عمل کرنے اور حقوق و فرائض کو بجالانے کے ہیں۔ تمدن ضروریات زندگی کی پیداوار ہے۔ ایک معمولی پرزے سے لے کر بھاری مشینوں تک ہر چیز تمدن کی مظہر ہے۔ انسانی زندگی میں جن مادی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے، بعد میں وہی تمدن کو جنم دیتی ہیں۔ ضروریات کے تحت انسان شہری قواعد و ضوابط بناتا ہے، سکول اور مدرسے بناتا ہے، حفاظتی اقدامات کرتا ہے اور دوسرے سینکڑوں مسائل حل کرتا ہے، یہ سب تمدن میں شامل ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے تہذیب و تمدن کو جانا جائے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس قدر بگڑے معاشرے کو مہذب بنانے اور تمام اقوامِ عالم کے لیے ایک نمونہ تیار کرنے میں نبی کریم ﷺ کو کس قدر محنت اور مشقت اٹھانا پڑی ہوگی۔

مفسرین نے قرآنِ کریم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مختلف امور کو مدِ نظر رکھا ہے۔ جن میں سے ایک اہم امر اہلِ عرب کا بگڑا تمدن اور اس کو مہذب بنانے کے لیے ہادی عالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔ علامہ ابوالثناء شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی البغدادی الآلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) کی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم والسبع المثانی" کو بلامبالغہ سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ آیات کے ذیل میں اہلِ عرب کے تمدّن پر خصوصی بحث کی ہے اور مستند کتبِ حدیث و تاریخ و سیرت سے متعلقہ روایات کو نقل کیا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں قبل از ولادت النبی ﷺ اہلِ عرب کے تمدّن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا جائے گا۔ یہ مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے:

1: علامہ آلوسی اور تفسیر روح المعانی کا مختصر تعارف

2: تمدّن کا معنی و مفہوم

3: تفسیر روح المعانی میں قبل از ولادت النبی ﷺ اہلِ عرب کے تمدّن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

علامہ آلوسی کا مختصر تعارف:

ابوالثناء شہاب الدین محمود بن عبداللہ بن محمود بن درویش بن عاشور الحسینی الآلوسی البغدادی۔ آپ کا سلسلہ نسب والدہ کی طرف سے حضرت حسن اور والد کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاملتا ہے۔ اس بات کا ذکر خود علامہ نے

اپنی تفسیر روح المعانی میں سورۃ الشعراء کی آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ [1] کے ذیل میں کیا ہے۔[2] آپ اپنی نسبت الآلوسی سے مشہور ہیں۔آپ نے بغداد کی ایک بستی آلوس کے قدیم محلّہ کرخ میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۱۷ھ میں نماز جمعہ سے قبل ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔[3] آپ نے اپنے زمانہ کے اجل اربابِ علم سے استفادہ کیا۔حتیٰ کہ بعض اساتذہ و مشائخ کے درس کو دس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک لازم پکڑے رکھا۔جب آپ کی عمر ۲۵ سال ہوئی تو آپ کے سب سے زیادہ جلیل القدر استاد الشیخ علاء الدین علی الافندی الموصلی نے اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو اجازتِ حدیث اور دستار فضیلت سے نوازا۔جس کے بعد آپ نے باقاعدہ مسندِ تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔[4] آپ تمام علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس لیے ہزاروں طلباء نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھائی۔علامہ آلوسی نے تزکیہ نفس اور نورِ باطن کے حصول کے لیے اپنے زمانے کے مشہور صوفی بزرگ شیخ ضیاء الدین خالد بن احمد بن حسین نقشبندی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق مکمل کیے[5]۔بقول الشیخ محمد بہجت الاثری آپ کی تالیفات کی تعداد ۲۰ سے متجاوز ہے اور فتاویٰ جات اور رسائل اور اشعار ان کے علاوہ ہیں۔"[6] تاہم آپ کی سب سے مشہور تصنیف تفسیر روح المعانی ہے۔آپ کی ساری زندگی تعلیم وتعلم ،دعوت و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزری۔ بالآخر ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک قبل از مغرب ۵۳ سال کی عمر میں یہ آفتابِ علم ایک عالم کو منور کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔معروف صوفی بزرگ حضرت معروف کرخی کے مقبرہ کے پڑوس میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔[7]

تفسیر روح المعانی کا مختصر تعارف:

متاخرین میں سے علامہ محمود بن عبداللہ الآلوسی کی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم والسبع المثانی" سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ ہے۔اس تفسیر میں حدیث،اصولِ حدیث،سیرت، صحابہ وتابعین کے اقوال ،فقہ،اصولِ فقہ، فقہاء کی مختلف آراء،علم الکلام،علم الصرف، علم النحو،علم المعانی،فصاحت و بلاغت،عربی اشعار،اعراب،علم الادب،علم التجوید والقرآت،وعظ ونصیحت،علم المخاصمہ والمناظرہ،تصوف،علمی اسرار ورموز الغرض تمام علوم کا مجموعہ ہے۔قاری کو تمام مفسرین کے ذوق کی جھلک اس تفسیر میں نظر آتی ہے۔آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ کی رات اس تفسیر کے لکھنے کا آغاز کیا ،جب کہ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔۱۵ سال کی شب وروز کی محنتِ شاقہ کے بعد علامہ نے ۱۲۶۷ھ میں اس تفسیر کو مکمل کیا۔[8]

زیرِ نظر مقالہ میں تفسیر روح المعانی کے اس نسخہ سے استفادہ کیا ہے جو مکتبہ شاملہ میں مندرج ہے اور دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوا ہے۔یہ نسخہ ۱۶ مجلدات پر مشتمل ہے جس میں آخری جلد میں فقط فہارس ہیں۔

تمدن کا مفہوم اور تعریف:

تمدن کا لفظ مدن سے مشتق ہے۔جس کے معنی جگہ ، بستی اور شہر کے ہیں۔مدن ، مدینہ کی جمع ہے۔تمدن کے معنی اقامت کرنا، شہریت اختیار کرنا، شہر بسانا اور شہری لوازمات اختیار کرنا ہیں۔جیسا کہ ابن المنظور افریقی لسان العرب میں اس کی تصریح کی ہے۔[9]

تمدن کے لیے اردو میں "معاشرت" عربی میں "الثقافۃ" اور انگریزی زبان می "Culture" کا لفظ استعمال ہوتا

ہے۔جس کا معنی سماجی زندگی، باہم مل جل کر رہنا، شائستگی، معاشرت کے طور طریقے اور خدو خال کی نمائندگی سے کیا جاتا ہے۔ تمدن سے وجود میں آنے والا لفظ تمدنی کے معنی معاشرتی یا ثقافتی کے لیے جاتے ہیں۔انسان کا مہذب ہونا اور زندگی میں مذہبی، معاشی، معاشرتی اخلاق و شائستگی کو شامل کرنے کا طریقہ تہذیب و تمدن کی دلیل قرار پاتا ہے۔ لازمی طور پر کسی بھی فرد یا معاشرہ کے علاوہ سماج میں آراستگی اور شائستگی کا شامل ہوجانا تہذیب کے دائرہ میں شامل ہوجاتا ہے۔[10]

تمدن کے اصطلاحی معنی باہمی طور پر عمل کرنے اور حقوق و فرائض کو بجا لانے کے ہیں۔ تمدن ضروریات زندگی کی پیداوار ہے۔ ایک معمولی پرزے سے لے کر بھاری مشینوں تک ہر چیز تمدن کی مظہر ہے۔ انسانی زندگی میں جن مادی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے، بعد میں وہ تمدن کو جنم دیتی ہے۔ ضروریات کے تحت انسان شہری قواعد و ضوابط بناتا ہے، سکول اور مدرسے بناتا ہے، حفاظتی اقدامات کرتا ہے اور دوسرے سینکڑوں مسائل حل کرتا ہے، یہ سب تمدن میں شامل ہے۔

تمدن بھی تہذیب کی طرح ثقافت کی ایک شاخ ہے تمدن کو شہر کے حوالے سے پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ تمدن شہروں کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔ گویا تمدن شہری طرز معاشرت و معیشت کا نام ہے۔ غلطی سے تمدن کے لفظ کو تہذیب کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ تمدن عارضی اور مقامی ہوتا ہے۔ ہر قوم اور علاقے کے ساتھ اسکا تمدن نشوونما پاتا ہے۔ اور بالآخر اسکے ساتھ مٹ جاتا ہے۔[11]

ڈاکٹر عارفہ فرید نے کلچر کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے۔

" کسی قوم کا کلچر اس کے ان عقائد، روایات، طور طریقوں اور رویوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اس قوم کے کردار کو ظاہر کرے، خواہ یہ عقائد اور رویئے مذہبی ہوں یا معاشرتی، ادبی ہوں، یا اخلاقی۔ زبان، فنون لطیفہ فلسفہ، اقتصادی ڈھانچہ اور کسی حد تک مذہب بھی کلچر کے اجزاء ہیں، جو ایک طرف کسی کلچر کے ترجمان بھی ہیں۔ اور دوسری طرف اسکی تعمیر اور تخلیق میں حصہ دار بھی۔" انگلش میں ثقافت کے لیے کلچر (Culture) کا لفظ بولا جاتا ہے۔[12]

اسی طرح انگلش کی مشہور ڈکشنری "لانگ مین" میں کلچر کے مفہوم کو کچھ اسطرح لکھا ہے کہ

> *"The beliefs, way of life, art, and customs that are shared and accepted by people in a particular Society."* [13]
>
> "ایک خاص معاشرے میں عقائد، امور زندگی، فن اور روایات جو اس خاص معاشرے کے لوگ آپس میں تبادلہ خیال کرکے اسے قبول کرتے ہیں۔ ثقافت کہلاتا ہے۔"
>
> مارماڈیوک پکتھال نے کلچر کے بارے میں کچھ یوں کہا ہے۔
>
> "انسانی ذہن کی آرائش کلچر کہلاتی ہے۔ اسلامی کلچر کے پیش نظر کسی فرد یا خاص جماعت کی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی آراستگی ہے۔"[14]

تفسیر روح المعانی میں تمدّنِ عرب کے نقل کرنے میں علامہ آلوسی کا منہج واسلوب:

علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں تمدّنِ عرب پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔اس کے بیان میں آپ صحیحین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسری کتب سے روایت نقل کرنے کی صورت میں اس کی صحت یا ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر آپ اپنے ہی منہج سے انحراف کرتے ہوئے صحیح حدیث کے بجائے ضعیف حدیث لاتے ہیں۔ کہیں صحیحین میں

روایت موجود ہونے کے باوجود کتبِ تاریخ کا حوالہ دیتے ہیں۔ بعض مقامات پر روایت کے حکم میں آپ سے تسامح بھی ہوا ہے۔ کہیں اسرائیلیات کارد کرتے ہیں تو کہیں خود اسرائیلی روایات کو ذکر دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس اجمال کی تفصیل بمع امثلہ بیان کریں گے۔

تفسیر روح المعانی میں تمدّنِ عرب کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ:

یاد رہے کہ یہاں تمدّنِ عرب سے مراد آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سماجی حالات ہیں۔ جنہیں تمام سیرت نگاروں نے خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ روح المعانی اصولاً تفسیر ہے اس لیے علامہ آلوسی نے آیات کے تحت تمام احوال وواقعات کا احاطہ تو نہیں کیا البتہ اکثر مباحث کو بیان کیا ہے۔ بعض کو اجمالاً اور بعض کو تفصیلاً۔ چنانچہ اہلِ سیر کی ترتیب کے مطابق درج ذیل عنوانات کے تحت ان مباحث کو بیان کیا جاتا ہے۔

بعثت نبوی کے وقت عربوں کی اخلاقی حالت

بچیوں کو زندہ در گور کرنا

قبل از اسلام عورت کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا، یہ صنف بھیڑ بکریوں کی طرح بکتی تھی، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جاتا تھا، کیونکہ اس کی پیدائش نہ صرف منحوس تصور کی جاتی تھی، بلکہ باعثِ ذلت سمجھی جاتی تھی۔ قرآن مجید نے اس بھیانک گناہ کی شناعت و قباحت کو جگہ جگہ بیان کیا ہے اور روزِ جزاء اس کے متعلق سخت باز پرس کی دھمکی سنائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ "[15]

"جس دن زندہ در گور کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا کہ اسے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا"۔

مفسر نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت قیس بن عاصم تمیمی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ مسند البزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جاء قيس بن عاصم التميمي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلم فقال۔۔۔:"أعتق عن كل واحدة رقبة'۔۔۔"[16]

"قتادہ روایت کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو۔"

اس روایت کو علامہ طبرانی نے اپنی المعجم الکبیر میں [17] اور علامہ بیہقی نے السنن الکبریٰ میں [18] نقل کیا ہے۔

اس کے متعلق علامہ آلوسی نے طبرانی کے حوالے سے دوسری روایت حضرت صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی کی ذکر کی ہے:

"وأخرج الطبراني عنه قال: قلت يا رسول الله إني عملت أعمالا في الجاهلية ۔۔۔لك أجره إذ منّ الله تعالى عليك بالإسلام"[19]

"فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زمانہ جاہلیت میں جو

نیک کام کیے ہیں کیا مجھے ان کا اجر ملے گا؟ میں نے ۳۶۰ زندہ در گور ہونے والی بچیوں کو نئی زندگی بخشی۔ میں نے انہیں دس دس اونٹوں کے بدلے خریدا تاکہ انہیں زندہ در گور نہ کیا جائے۔ کیا میرے لیے اس نیکی کا کوئی اجر ہو گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اجر تو ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان فرمایا اور آپ کو اسلام کی قبول کرنے کی توفیق بخشی (جو تمام نیکوں کی قبولیت کی بنیاد ہے) "

اس روایت کو علامہ حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی نقل کیا ہے[20] تاہم اس مقام پر علامہ آلوسی نے ان روایات پر صحت یا ضعف کے حوالے سے کوئی بحث نہیں فرمائی۔ باقی علامہ آلوسی نے دعوتِ فکر دی ہے کہ آج کے نام نہاد عورتوں کے حقوق کے علمبرداروں کو شرم کرنی چاہیئے جو آئے دن اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی شان میں زبان درازیاں کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو حقوق نہیں دیئے حالانکہ عورتوں کو زندہ رہنے کا حق ہی آپ ﷺ کا صدقہ ہے۔ اگر آپ ﷺ کی تعلیمات نہ ہوتیں تو عورت کو زمین پر سانس لینا بھی مشکل ہوتا۔

بچیوں کو زندہ در گور کرنے کی وجہ

اس کے بعد علامہ آلوسی نے بچیوں کو زندہ در گور کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"وكانوا في ذلك على ما قيل فريقين. أحدهما يقول: إن الملائكة بنات الله سبحانه فألحقوا البنات بالله تعالى فهو أحق بها. والآخر يقتلهن خشية الإنفاق، وقيل:... خشية ذلك والعار"[21]

"بچیوں کے حوالے سے عرب کے دو فریق تھے اور وہ دونوں ہی افراط و تفریط کا شکار تھے۔ ایک طرف تو یہ حال تھا کہ بچیوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اور دوسری طرف بچیوں کو عار اور اور فقر کے ڈر سے قتل کر دیا جاتا تھا۔"

لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینا

مشرکینِ مکہ ایک طرف تو بچیوں کو زندہ در گور کرتے تو دوسری طرف انہیں بچیوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بھی قرار دیتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی اس بیوقوفی کو جگہ جگہ بیان کیا ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ"[22]

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"تسفيه لهم وتركيك لعقولهم، وفيه إيذان بأن من هذا رأيه لا يكاد يعدّ منالعقلاء فضلا عن الترقي إلى عالم الملكوت وسماع كلام ذي العزة والجبروت"[23]

"اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوقوفی اور کم عقلی کو بیان کیا ہے اور اس میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ جس کی یہ رائے ہو اس کو عقلاء میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ کہ ان کو عالم ملکوت کی خبروں کی طرف ترقی ہو اور غالب اور معزز ذات کا کلام سننے کی توفیق ہو۔"

اس کے علاوہ عرب میں زنا، موسیقی، شراب نوشی، جوا جیسے مہلک امراض موجود تھے جن کو قران کریم نے صراحتاً حرام

قرار دے دیا۔

عربوں کی سیاسی حالت

عربوں میں معمولی سی باتوں پر لڑائی جھگڑا اور خون ریز جنگیں سالہا سال جاری رہتی تھیں۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ تم آپس میں دشمن تھے اسلام لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبتیں ڈال دیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"[24]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"وأراد سبحانه بما ذكر ما كان بين الأوس والخزرج من الحروب ---ومنه حرب البسوس"[25]

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کے درمیان ہونے والی طویل جنگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو ایک سو بیس سال تک جاری رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اسلام کی بدولت ان کے درمیان محبتیں ڈال دیں اور حسد اور کینہ ختم ہو گیا۔ ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ جنگ بعاث آخری جنگ تھی جو اوس اور خزرج کے درمیان لڑی گئی۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین عرب کی آپس کی خانہ جنگیاں ہیں جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہیں انہی میں سے ایک جنگِ بسوس بھی ہے۔"

عربوں کی مذہبی حالت

عرب میں بت پرستی کا آغاز

عرب کی اکثریت حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی دعوت کے نتیجے میں دینِ ابراہیمی، توحید خالص پر عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن لحیٰ جو کہ اپنے قبیلہ میں مقتدیٰ سمجھا جاتا تھا، نے سفرِ شام کے دوران لوگون کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا۔ چونکہ شام کا علاقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آماجگاہ سمجھا جاتا تھا اس لیے اس نے اسے حق سمجھا اور اپنے ساتھ ہبل نامی بت لے آیا جسے اس نے خانہ کعبہ میں نصب کر دیا اور یوں عرب کی پاک دھرتی بھی شرک سے بری طرح متاثر ہوئی۔ علامہ آلوسی نے اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں عمرو بن لحیٰ کا انجامِ بد ذکر کیا گیا ہے۔

"أخرج ابن جرير وغيره عن أبي هريرةقال: «سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول لأكثم بن الجون:--- يا أكثم عرضت على النار فرأيت فيها عمرو بن لحي"[26]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت اکثم بن الجون کو فرما رہے تھے کہ میں نے جہنم کا دورہ کیا اور میں نے جہنم میں عمرو بن لحیٰ کو دیکھا، وہ اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا، اس کی شکل معبد بن اکثم کے مشابہ تھی۔ یہ سن کر سیدنا معبد بن اکثم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس کی اس مشابہت سے ڈر لگ رہا ہے، کیونکہ آخر وہ نسبی طور پر والد بنتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، (اس کا تجھے کوئی

نقصان نہیں ہو گا، کیونکہ) تم مومن ہو اور وہ کافر تھا، بلکہ یہ وہی شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدلا اور بحیرہ اور سائبہ اور حامیہ کو متعارف کروایا"۔

اس روایت کو مفسر نے علامہ ابن جریر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔تاہم کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ مکمل حدیث نہیں مل سکی۔ البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی روایات کو الفاظ کے قدرے اختلاف اور الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ابن حبان نے اپنی صحیح میں [27] اور علامہ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں [28] نقل کیا ہے۔

عرب میں بت پرستی کی انتہاء

بڑھتے بڑھتے عرب میں بت پرستی اس قدر عام ہوگئی کہ وہ خانہ کعبہ جس کو ایک خدا بزرگ و برتر کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا اسی میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیے گئے۔علامہ آلوسی نے شیخین کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

"أخرج الشيخان[29] وجماعة عن ابن مسعود قال: دخل النبي صلى الله عليه وسلّم مكة وحول البيت ستون وثلاثمائة نصب۔۔۔"[30]

"جب نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اس وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ عرب کے ہر قبیلے کا بت الگ الگ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک لکڑی تھی، جس سے ہر بت کو ہلاتے چلے گئے جس سے وہ بت منہ کے بل گرتے چلے گئے... اس وقت آپ ﷺ یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے:

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"[31]

" حق آیا اور باطل مٹ گیا اور واقعی باطل چیز تو یونہی آنی جانی ہے"۔

اس مقام پر بھی حسب معمول علامہ آلوسی نے صحیحین کی روایت نقل کی ہے۔اکثر مقامات پر آپ شیخین کی روایت کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر اس کے خلاف بھی مثالیں دیکھنے میں ملتی ہیں۔ جیسا کہ اس مقالہ میں موجود دیگر مثالوں کو دیکھنے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

بتوں کے نام پر قربانی

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ صرف بدنی عبادت ہی غیر اللہ کے لیے نہ کرتے تھے بلکہ ہمہ قسم کی عبادات میں شرک کی آمیزش کرتے تھے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی **"وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ"** [32] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"واختلف فيها فقيل هي حجارة ---وكان أهل الجاهلية يذبحون عليها--- ولعل ذبحهم عليها كان علامة لكونه لغير الله تعالى---"[33]

" نُصُب کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ پتھر کے بنے ہوئے بت تھے جن کو مشرکینِ مکہ نے کعبۃ اللہ شریف کے ارد گرد رکھا ہوا تھا جن کی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔ یہاں مشرکین مکہ اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور اس ذبح کرنے کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ یہ غیر اللہ کے نام پر ذبح ہونے کی دلیل بن جائے۔"

دین حنیف میں مشرکینِ مکہ کی بدعات

وقوف عرفہ کا ترک

مشرکینِ مکہ نے دین حنیف یعنی دینِ ابراہیمی میں طرح طرح کی بدعات ایجاد کرلی تھیں۔انہیں خرافات میں سے ایک یہ تھی کہ مشرکینِ مکہ حج کے دوران مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور وقوفِ عرفہ نہیں کرتے تھے اور اس کو اپنی خصوصیت سمجھتے تھے۔علامہ آلوسی نے اس کے متعلق صحیحین کی روایت ذکر کی ہے۔چنانچہ آپ ارشادِ باری تعالیٰ

"ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ" (34)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقد أخرج البخاري (35)ومسلم(36) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كانت قريش ومن دان دينها يقفون بالمزدلفة وكانوا يسمون الحمس وكانت سائر العرب يقفون بعرفات فلما جاء الإسلام أمر الله تعالى نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم أن يأتي عرفات ثم يقف بها"(37)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور ان کے ہم نوا وہم مذہب لوگ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے اور اس کا نام حمس رکھتے تھے حالانکہ بقیہ تمام عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے۔پس جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ عرفات آئیں اور وہاں وقوف کریں"۔

علامہ آلوسی نے یہ روایت صحیحین کے حوالہ سے نقل کی ہے۔جس کا حوالہ متن کے درمیان دے دیا گیا ہے۔یہ روایت لاکر علامہ آلوسی نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ اسلام نے خاندانی ولسانی اور ہمہ قسم کے تعصب کو ختم کرکے برابری کا درس دیا ہے۔اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کو قرار دیا ہے۔

برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا

مشرکینِ مکہ میں دوسری بڑی خرابی یہ تھی کہ خود تو کپڑوں سمیت طواف کرتے کرتے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے جب کہ باہر سے آنے والے زائرین کے لیے لازم قرار دیتے تھے کہ وہ ان سے کپڑے لے کر طواف کریں حتیٰ کہ اگر کسی کو کسی قریشی کا لباس نہ ملتا تو اس کو برہنہ ہو کر طواف کرنا پڑتا۔مفسر علامہ آلوسی نے اس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ:

" يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ "(38)

کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے:

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه كان أناس من الأعراب يطوفون بالبيت عراة حتى كانت المرأة لتطوف بالبيت وهي عريانة"(39)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اعرابی لوگ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے حتیٰ کہ عورت بھی ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتی تھی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بندہ کو کتبِ حدیث میں نہیں مل سکی تاہم ممکن ہے کہ علامہ آلوسی نے کسی روایت کا مفہوم بیان کیا ہو۔لیکن اس سے واضح اور صریح روایت حضرت عروہ سے صحیح بخاری میں منقول ہے جسے علامہ آلوسی نے ذکر نہیں کیا۔اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"قَالَ عُرْوَةُ: «كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الحُمْسَ، وَالحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ، وَكَانَتِ الحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا، وَتُعْطِي المَرْأَةُ المَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ الحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا،وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيضُ

الحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ"[40]

گھر کے دروازے سے داخل نہ ہونا

عرب میں ایک رسم بد یہ بھی تھی کہ حج کے دنوں میں اپنے گھر کے مرکزی دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ گھر کی پشت کی جانب سے داخل ہوتے اس کے لیے اگرچہ انہیں گھر کی دیوار کو توڑنا بھی پڑتا تو اس سے گریز نہ کرتے تھے۔ قرآنِ کریم نے اس رسمِ بد کی مذمت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا" [41]

"اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی جانب سے داخل ہو"۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے صحیح بخاری اور تفسیر طبری کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت ذکر کی ہے:

"أخرج ابن جرير والبخاري. عن البراء قال: كانوا إذا أحرموا في الجاهلية أتوا البيت من ظهره فأنزل الله وَلَيْسَ الْبِرُّ الآية۔۔۔" [42]

"حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں جب احرام باندھ لیتے تو گھروں میں ان کی پشت کی جانب سے داخل ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی..."

یہ روایت صحیح بخاری اور تفسیر طبری میں انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔[43]

علامہ آلوسی مزید فرماتے ہیں:

"وكأنهم كانوا يتحرجون ۔۔۔وَلكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقى۔۔۔"[44]

"گویا وہ اس بات میں حرج سمجھتے تھے کہ وہ گھر کے دروازے سے داخل ہوں اور یہ رسمِ بد اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انہیں اس بات کا خدشہ ہوتا تھا کہ اگر دوازے سے داخل ہوں تو کہیں دروازے کے اوپر کی چھت ان کے اور آسمان کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ جیسا کہ علامہ زہری نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے اور وہ لوگ اپنے اس فعل کو نیکی تصور کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

عرب میں موجود دیگر مذاہب

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں یہود و نصاری اور مشرکین اور دیگر مذہب کے لوگ موجود تھے تاہم ان میں سے کوئی بھی اپنے اصل دین کی پیروی نہیں کر رہا تھا بلکہ اکثریت نے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو خدا بنا رکھا تھا۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اُس وقت موجود مذاہب کے احوال پر تفسیر روح المعانی کی روشنی میں مختصر گفتگو کی جاتی ہے۔

عرب میں یہودیوں کا اقتدار اور واقعہ اصحاب الاخدود

سرزمینِ عرب میں ظہورِ اسلام کے وقت یہودیوں کے یہ قبائل موجود تھے۔ بنو نضیر، بنو مصطلق، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ بعض کتب میں عرب میں موجود قبائلِ یہود کی تعداد ۲۰ بتائی گئی ہے۔ یمن میں تبان اسعد ابو کرب کے ذریعے یہودیت کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ یہ شخص جنگ کرتا ہوا سرزمین عرب یثرب پہنچا اور وہاں یہودیت قبول کرلی اور اپنے ساتھ بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو یمن لے گیا۔ ان کے ذریعے یمن میں یہودیت کو فروغ حاصل ہوا۔ ابو کرب کے بعد اس کا بیٹا ذونواس یمن کا حاکم بنا۔ اس نے یہودیت کی ترویج کے جوش میں زبردستی لوگوں کو یہودی بنانا چاہا مگر لوگوں نے انکار کر دیا۔ سن ۵۲۳ء میں ظلم

وستم کی ایک نئی داستان شروع ہوئی۔ یوسف ذونواس نے ایک خندق کھدوائی جس میں عیسائیوں کو بشمول بوڑھوں اور بچوں کے جلا کر راکھ بنادیا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو سورۃ البروج میں بیان فرمایا ہے۔ جس کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"أخرج مسلم والترمذي والنسائي وغيرهم من حديث صهيب يرفعه: «كان ملك من الملوك وكان لذلك الملك كاهن ... فجعل يلقيهم في تلك الأخدود، فقال: يقول الله تعالى قُتِلَ أَصْحابُ الْأُخْدُودِ(45)- حتى بلغ- الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ"(46)

"امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ نے حضرت صہیب کی حدیث بیان کی ہے کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک کاہن بھی تھا جو اس کو کہانت کی باتیں بتاتا تھا۔ ایک دن اس کو اس کاہن نے کہا کہ میرے لیے ایک سمجھ دار غلام تلاش کرو جس کو میں اپنا یہ علم سکھادوں پس مجھے اپنی موت کا ڈر ہے پھر ایسا نہ ہو کہ یہ علم ختم ہو جائے اور اس کا کوئی جاننے والا نہ رہے پس انہوں نے ایک بچہ تلاش کیا جو ان تمام اوصاف کا حامل تھا جو اس کاہن نے کہے تھے لوگوں نے اس کو حکم دیا کہ اس کاہن کے پاس آیا کرے اور اس سے ملاقات کرتا رہا کرے۔ اس بچے نے اس کاہن کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور اس بچے کے راستے میں ایک راہب بھی تھا جو اپنے گرجا گھر میں رہتا تھا۔ وہ بچہ جب بھی اس راہب کے پاس سے گزرتا تو اس سے سوالات کرتا رہتا حتیٰ کہ اس راہب نے اس بچے کو خبر دی کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ پس وہ بچہ اس راہب کے پاس رہنے لگ گیا اور اس کاہن سے دور رہنا شروع کر دیا، پس اس کاہن نے بچے کے کے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ وہ بچہ میرے پاس حاضر نہیں ہوتا۔ اس بچے نے راہب کو اس بات کی خبر دی تو اس کو راہب نے کہا جب کاہن آپ سے پوچھے کہ آپ کہاں تھے؟ تو آپ کہنا میں اپنے گھر والوں کے پاس تھا اور اگر گھر والے پوچھیں کہ آپ کہاں تھے تو آپ کہنا کہ میں کاہن کے پاس تھا۔ وقت یوں گزرتا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دن بچے نے دیکھا کہ لوگ شیر سے ڈر کر راستے کے ایک طرف کھڑے ہیں بچے نے دعا مانگی کہ یا اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر کے نشانے سے شیر مر جائے اور اگر کاہن کا دین سچا ہے تو شیر نہ مرے۔ اس کے بعد بچے نے پتھر مارا تو وہ شیر مر گیا اس کے علاوہ بھی متعدد کرامات بچے کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں جسے دیکھ کر لوگ جوق در جوق ایمان لانے لگے۔ جب بادشاہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے ایک خندق کھدوا کر اس میں آگ دہکائی اور تمام اہل ایمان کو اس کے اندر جھونک دیا۔"

علامہ آلوسی نے اس قصہ کو مسلم، ترمذی اور نسائی کے حوالے سے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ تاہم یہاں اختصار کے پیشِ نظر یہاں واقعہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ (47)

اہل عرب اور عیسائیت

جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے تو سرزمینِ عرب میں اس کی آمد رومی اور حبشی فاتحین کے ذریعے ہوئی۔ تقریباً چوتھی صدی عیسوی میں یمن میں مسیحی مشن کا کام چلتا رہا۔ اسی زمانے میں ایک بہت بڑے عیسائی راہب جو مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات تھے جن کا نام فیمون تھا کی دعوتی کاوشوں کی بدولت اہلِ نجران دینِ عیسوی میں داخل ہو گئے۔ ادھر ذونواس کی

کاروائی کے ردّ عمل کے طور پر حبشیوں نے یمن پر دوبارہ حملہ کیا اور ابرہہ نے یمن کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی۔اور حکومتی سطح پر عیسائیت کو فروغ دینے کی کوشش کی۔

واقعہ فیل

"وتفصيل القصة أن أبرهة الأشرم بن الصباح الحبشي كما قال ابن إسحاق وغيره --- ثم إنه بنى بصنعاء كنيسة لم ير مثلها في زمانها سمّاها القليس بقاف مضمومة ولام مفتوح--- قال: هلكوا جميعا فخرج عبد المطلب وأصحابه إليهم فأخذوا أموالهم"(48)

اسی سلسلے میں ابرہہ نے یمن میں ایک کنیسہ بھی تعمیر کیا اور سونے چاندی سے اس کو مرصع کیا اور اہلِ عرب کو دعوت دی کہ وہ بیت اللہ کو چھوڑ کر اس گھر کا طواف کریں۔جب عرب کو اس بات کا پتہ چلا تو قبیلہ کنانہ کے قیم بن عدی نے جا کر اس میں گندگی ڈال دی۔جب ابرہہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کی قسم کھالی اور ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر سوئے حرم روانہ ہوا۔اچانک ابابیلوں کے غول کے غول نمودار ہوئے اور کنکریوں کی بارش کر دی جس سے ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔

علامہ آلوسی نے اس واقعہ کو سورۃ الفیل کی تفسیر میں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے جو تقریبا ۵ صفحات پر مشتمل ہے۔تاہم یہاں اختصار کے پیشِ نظر خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ معتبر کتب سیرت میں یکجا اتنا مفصل واقعہ نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ مختلف کتابوں کو سامنے رکھ کر علامہ آلوسی نے اس واقعہ کو اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہو۔اس واقعہ کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ہشام (49)

اہلِ عرب اور مجوسیت

جہاں تک مجوسیت کا تعلق ہے تو اس کو ایران اور اس کے ہمسایہ ممالک میں فروغ ملا۔مثلاً بحرین، عراق اور خلیج عرب کے ساحلی علاقے۔اس کے علاوہ یمن اور اس کے آس پاس دو چار مجوسی ہی پائے جاتے تھے۔علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں دیگر فرقِ باطلہ کی طرح متعدد مقامات پر مجوس اور ان کے عقائدِ باطلہ کا بھی ذکر کیا ہے۔یہاں صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔چنانچہ آیتِ کریمہ "**وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَباً**" کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ رازی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں:

"وقال العلامه الرازي: وهذا القول عندي أقرب الأقاويل وهو مذهب المجوس القائلين بيزدان وأهرمن---"(50)

"علامہ رازی فرماتے ہیں کہ " میرے نزدیک یہ سب سے اقرب تأویل ہے اور یہی مجوس کا مذہب ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا دو ہیں ایک یزدان (خیر کا خدا) اور دوسرا اہرمن (شر کا خدا) "
یہ عبارت تفسیر کبیر میں من و عن موجود ہے۔(51) جس کو علامہ آلوسی نے نقل کر دیا ہے۔

صابئین

صابئی مذہب بھی قدیم مذاہب میں سے تصور کیا جاتا ہے۔عرب کے مختلف علاقوں مثلاً شام، یمن اور عراق میں اس کے پیروکار پائے جاتے تھے۔لیکن جب یہودیت اور عیسائیت کا غلبہ ہوا تو اس مذہب کی بنیادیں کھوکھلی ہو کر رہ گئیں۔تاہم مجوس کے

ساتھ خلط ملط ہو کر عراق اور اس کے مضافات میں اس کے اِکّادُکّا پیروکار رہ گئے۔

علامہ آلوسی وَالصَّابِئِينَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والصابئ بهمز آخره، قيل: نسبة إلى صابئ بن متوشلخ بن إدريس عليه الصلاة والسلام، وكان في عصر الخليل عليه الصلاة والسلام، وقيل: الصابئ عند العرب من خرج عن دين قومه انتہی---فالفرقة الأولى هم عبدة الكواكب، والثانية هم عبدة الأصنام--"(52)

"صابئ کی نسبت صابئ بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام کی طرف ہے۔اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے ہیں اور بعض حضرات نے کہا کہ عرب والے اس آدمی کو صابئ کہتے تھے جو ان کے دین سے نکل جاتا۔ نیز ان کے مختلف فرقے بنے۔ایک فرقہ ستاروں کی عبادت کرتا تھااور دوسرا بتوں کی عبادت کرتا تھا"

اس مقام پر علامہ آلوسی نے کسی کتاب کی طرف کی نسبت نہیں کی بلکہ مجہول ذکر کیا کہ قیل۔ کس کتاب سے یہ بات نقل کی ہے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اس کے علاوہ متعدد مقامات پر علامہ آلوسی نے صابئین کے عقائد و نظریات پر بحث کی ہے۔ یہاں اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک اقتباس پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقالہ کے آغاز میں علامہ آلوسی اور ان کی تفسیر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا۔آپ اپنے زمانے کے ایک گوہرِ نایاب تھے۔53 سال کی مختصر عمر میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ تا قیامت ان کے آثار ان کے لیے صدقہ جاریہ اور امت کے لیے نشانِ منزل رہیں گے۔ آپ کی تفسیر سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ ہے۔جس میں متعدد علوم وفنون بیان کیے گئے ہیں۔تاہم زیرِ نظر مقالے میں صرف تفسیر روح المعانی میں موجود حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت تمدّنِ عرب یعنی معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو کس مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ یقیناً یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہی تھا کہ آپ نے ہر اعتبار سے ایک پسماندہ قوم کو امت کا بہترین راہبر و راہنما بنا دیا۔

نتائج بحث

- علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی کا شمار عربی زبان کی معتبر ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی ایک ایسا علمی انسائیکلوپیڈیا ہے جو اپنی جامعیت، وسعت اور مختلف علوم وفنون کے ذخیرہ کی بناء پر ممتاز ہے۔
- آپ تمدنِ عرب کو نقل کرتے ہوئے صحیحین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں اور جہاں صحیحین میں روایت موجود نہ ہو وہاں جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل، سنن دارمی، المعجم الکبیر للطبرانی، صحیح ابنِ حبان، مسند البزار اور مستدرک علی الصحیحین وغیرہ کی روایات کو نقل کرتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر صحیحین میں روایت موجود ہونے کے باوجود دوسری کتب کی طرف مراجعت فرماتے ہیں۔مقالہ میں اس کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔
- کتبِ سیرت میں آپ نے زیادہ تر استفادہ سیرۃ ابنِ ہشام، البدایہ والنہایہ، طبقات ابنِ سعد، دلائل النبوۃ للبیہقی، دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، سیرۃ حلبیہ، سبل الھدیٰ اور تاریخ ابنِ عساکر سے کیا ہے۔

- بعض مقامات پر کتب حدیث وسیرت سے حوالہ دینے کے بجائے کتبِ تفسیر سے حوالہ دیتے ہیں۔جن تفاسیر سے آپ نے زیادہ استفادہ کیا ہے ان میں تفسیر مجاہد، تفسیر بیضاوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبّی، تفسیر الدر المنثور، ابن جریر طبری، تفسیر ثعلبی، تفسیر، مفاتیح الغیب، تفسیرِ خازن، تفسیر بغوی، تفسیرِ کشاف وغیرہ شامل ہیں۔
- موضوع روایات اور اسرائیلیات پر شدید تنقید کی ہے۔تاہم بعض مقامات پر خود اسرائیلیات کو نقل بھی کیا ہے۔
- اس مقالہ میں آنے والی اکثر روایات کو صحیح اور اصل مصادر کے مطابق پایا گیا۔تاہم بعض روایات میں علامہ آلوسی نے الفاظ کی رعایت نہیں رکھی بلکہ مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔
- کئی مقامات پر متعلقہ کتب یا ان کے مؤلفین کا نام بھی علامہ آلوسی نے ذکر نہیں کیا بلکہ رُوِیَ یا قِیلَ کے الفاظ کے ساتھ روایات کو ذکر کیا ہے۔
- اگرچہ بتقاضائے بشری بعض مقامات پر ضعیف روایات اور بعض تسامحات بھی ہیں لیکن القلیل کالمعدوم کا اعتبار کرتے ہوئے ان کی وجہ سے آپ کی تفسیر کی قابلیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- مقالہ نگاران نے تحقیق کرکے اصل مصادر کا حوالہ دینے کی کوشش کی ہے اور ان مباحث کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کرتے ہوئے روایات کی صحت یا ضعف پر بحث بھی کی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1]: سورۃ الشعراء، ۲۶/ ۲۱۴۔

[۲]: محمود بن عبداللہ الآلوسی، تفسیر روح المعانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ، ۱/ ۱۵۰۔

[3]: السید محمود شکری، المسک الاذفر، الدار العربیہ الموسوعات، بیروت، ط۱، ۱۴۲۷ھ، ص ۱۵۔

[4]: ایضاً، ص ۱۷۔

[5]: المحامی عباس العزاوی، ذکری ابی الثناء الآلوسی، شرکۃ التجارۃ والطباعۃ الصالحیہ، بغداد، ط۱، ۱۳۷۷ھ، ص ۵۱۔

[6]: محمد بہجت الاثری، حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث العشر، مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، ۱۳۸۳ھ، ص ۲۵۔

[7]: محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون، مکتبہ وھبہ القاہرہ، س ن، ص ۲۵۱۔

[8]: ایضاً۔

[9]: محمد بن مکرم، ابوالفضل ابن المنظور الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۴ھ۔

[10]: شان الحق حقی، آکسفورڈ انگلش/اردو ڈکشنری، ط ۲۰۱۱ء، ص ۲۵۷۔

[11]: قاسم محمود، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، کراچی، ص ۵۷۰۔

[12]: عارفہ فرید، ڈاکٹر، "پاکستانی کلچر کی روایات"، رائل بک کمپنی، صدر کراچی، ۱۹۹۳، ص ۴۔

[13] :Dictionary of contemporary English New edition for advanced learners. (Pear sons Longman), Longman corpus network , Page no: 411 ; http://www.pearsonslongman.com/dictionaries.

[14]: مارماڈیوک، پکتھال، "اسلامی کلچر" مترجم، محمد ایوب منیر، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔ س ن، ص ۹۔

[15]: سورۃ التکویر ۸۱: ۸،۹۔

[16]: احمد بن عمرو البزار، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، ط ۱۹۸۸ء، ا، حدیث نمبر: ۲۳۸۔

[17]: سلیمان بن احمد، الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ط ۲، س ن، حدیث نمبر: ۸۶۳۔

[18]: احمد بن الحسین، البیہقی، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۲۴ھ، حدیث نمبر: ۱۶۴۲۴۔

[19]: البیہقی، السنن الکبریٰ، حدیث نمبر: ۷۴۱۲۔

[20]: محمد بن عبداللہ، ابو عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۱ھ، حدیث نمبر: ۶۵۶۲۔

[21]: الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر: ۴۰۴۸۔

[22]: سورۃ الطور ۵۲: ۳۹۔

[23]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۴/۱۴۔

[24]: سورۃ آل عمران۔۳: ۱۰۳۔

[25]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۲/ ۲۳۶۔

[26]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۴/۴۳۔

[27]: محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ط ۱۴۱۴، ۲ھ، حدیث نمبر: ۷۴۹۰۔

[28]: احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۱۳۱۹۹۔

[29]: البخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۷۸، مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۸۱۔

[30]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۸/ ۱۳۸۔

[31]: سورۃ بنی اسرائیل، ۸۱/۱۷۔

[32]: سورۃ المائدہ، ۵: ۳۔

[33]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۲۳۱/۳۔

[34]: سورۃ البقرہ، ۲: ۱۹۹۔

[35]: البخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۵۲۰۔

[36]: مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۹۔

[37]: الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۴۸۴/۱۔

38 : سورۃالاعراف،۳۱:۷۔
39 : الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۴۴۹/۴۔
40 : البخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۶۶۵۔
41 : سورۃالبقرہ،۱۸۹:۱۔
42 : البخاری، الصحیح البخاری حدیث نمبر: ۴۵۱۲۔
43 : محمد بن جریر الطبری، تفسیر الطبری، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۰ھ، ۵۵۶/۳۔
44 : الآلوسی، الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۴۶۹/۱۔
45 : سورۃالبروج: ۴:۸۵۔
46 : الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۲۹۸/۱۵،۲۹۷۔
47 : الترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۳۴۰۔
48 : الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۱۵/ ۴۶۸۔
49 : عبدالملک ابن ہشام، السیرۃ النبویہ لابن ہشام، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر، ط۲، ۱۳۷۵ھ، ۱/ ۴۵۔
50 : الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۱۴۴/۱۲۔
51 : محمد بن عمر فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۳، ۱۴۲۰ھ، ۳۶۰/۲۶۔
52 : الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۶۶/۳۔